اپنی طاقتوں کو خدا کی نمائندگی میں سجدہ ریز کر دو۔
نظام جماعت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی نمائندگی کرتا ہے۔
ایسا طرز تکلم اختیار نہ کرو جس کی وجہ سے لوگ متنفر ہو جائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ /اپریل ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۶﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۷﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۸﴾ۚۖ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۹﴾ (ص:۷۶ تا ۷۹)

پھر فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نظام جماعت اب دنیا میں دور دور کی جماعتوں میں نہ صرف یہ کہ نافذ ہو رہا ہے بلکہ دن بدن مستحکم ہوتا چلا جا رہا ہے اور اب وہ کیفیت نہیں رہی جیسے پہلی تھی کہ تحریک جدید کے دفتر میں ریموٹ کنٹرول کے ذریعہ دنیا بھر کی جماعتوں کے نظام کو چلایا جاتا تھا۔

بلکہ براہ راست خلافت کے ساتھ نظام جماعت کا رابطہ دن بدن واضح اور مضبوط ہو رہا ہے اور اب مواصلاتی سیارے کے ذریعہ جو رابطے بڑھے اور پھیلے ہیں اُن کے نتیجہ میں انشاء اللہ تعالیٰ میں

اُمید رکھتا ہوں کہ صرف نظام ہی کی معرفت نہیں بلکہ ہر احمدی فردِ بشر سے خلافت کا ایک گہرا ذاتی رابطہ قائم اور مستحکم ہو جائے گا۔

جہاں تک نظام جماعت کے پھیلاؤ کا تعلق ہے یہ تدریجاً ہوا ہے اور اسے مستحکم کرنے میں بہت وقت اور محنت درکار ہے کیونکہ نظام جماعت کے ساتھ بہت سے ایسے خطرناک عوامل لگے ہوئے ہیں جو نظام کو مستحکم ہوتا دیکھ نہیں سکتے اور دن رات اس کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ یہ نظام کسی طرح اکھڑ جائے اور یہ پودا جنت سے نکالا جائے۔ اس ضمن میں قرآن کریم کی جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان پر ابھی کچھ ٹھہر کر میں روشنی ڈالوں گا مگر میں یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ نظام جماعت جو پھیل رہا ہے اور مستحکم ہو رہا ہے اب اس کی ذیلی تنظیمیں بھی خدا کے فضل سے دنیا کے مختلف ممالک میں جڑ پکڑ رہی ہیں اور اپنے عمومی جماعتی نظام کے تابع رہ کر اس کا ایک جزو بن کر اس کو تقویت دیتے ہوئے نشو ونما پا رہی ہیں یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے جس سے انسان کو گہرا اطمینان نصیب ہوتا ہے کہ ذیلی تنظیمیں پنپیں اور مضبوط بھی ہوں لیکن نظامِ جماعت کے عمومی ڈھانچے سے ٹکرا کر نہیں اس میں Friction یعنی رگڑ پیدا کر کے خطرات پیدا کرتے ہوئے نہیں بلکہ ان کا ایک مضبوط اٹوٹ انگ بنتے ہوئے اور ان کو مزید طاقت عطا کرتے ہوئے ذیلی تنظیمیں اگر پنپیں تو یہ الٰہی نظام کی روح ہے اور اسی کے مطابق دنیا بھر میں کام ہونا چاہئے۔ پس ذیلی تنظیموں کو مستحکم کرنے میں اور جماعت کا ایک فعال حصہ بنانے میں بہت محنت کی ضرورت تھی، ہے اور ابھی رہے گی اور اس پہلو سے میں جماعت کو جو نصیحت کرنی چاہتا ہوں وہ اُن آیات سے متعلق ہے جن کی ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔

عرب ممالک میں بھی اللہ کے فضل سے جماعت کی ذیلی تنظیمیں مستحکم ہو رہی ہیں۔ جماعت کے لئے یہ ایک نئی خوشخبری ہے کیونکہ عرب ممالک میں تو پہلے جماعت کی کسی بھی قسم کی تنظیم عملاً عنقاء تھی اور اکثر جگہ اصحابِ کہف کا سا دور تھا لیکن اب خدا کے فضل کے ساتھ بہت سے عرب ممالک میں جماعتی تنظیم جڑ پکڑ رہی ہے اور آج ایک عرب ملک میں لجنہ اماء اللہ کا سالانہ اجتماع ہے اور ان کی طرف سے مجھے خصوصیت سے یہ تاکید موصول ہوئی ہے کہ ہمیں بھی مخاطب کر کے چند لفظ کہیں اور اسی طرح آج گیمبیا میں بھی ایک سالانہ اجتماع ہو رہا ہے اور کل ان کے امیر صاحب کی طرف سے فون پر

پیغام ملا تھا انہوں نے فرمایا کہ کل کے جمعہ میں ہمیں بھی مخاطب کریں اس سے جماعت میں نیا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور جب ہم اپنا نام سنتے ہیں تو بہت لطف آتا ہے۔ یہ دو ممالک خصوصیت کے ساتھ میرے پیش نظر ہیں مگر یہ جو نصیحت ہے یہ عمومی ہے اس کا ساری دنیا کی جماعتوں سے تعلق ہے ہر جگہ نظامِ جماعت سے گہرا تعلق ہے۔

نظامِ جماعت دراصل اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی نمائندگی کرتا ہے وہ ایدی جن سے خدا نے تخلیق کی ہے جن معنوں میں بھی وہ ہاتھ کہلاتے ہیں ان معنوں میں جو نظامِ جماعت ہے وہ ان ہاتھوں کی طاقت اور اس کی صنّاعی کی نمائندگی کرتا ہے اور انہی ہاتھوں سے خلیفہ بنایا جاتا ہے اور اسی خلیفہ کو ہم نبی اللہ یا رسول اللہ کہتے ہیں جو براہ راست اللہ کے ہاتھوں سے بنتا ہے اور آگے پھر جو نظام جاری ہوتا ہے وہ خدا کے ہاتھوں کی نمائندگی میں جاری ہوتا ہے۔ یہ مضمون ہے جسے آپ اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ اس مضمون میں جہاں کوئی ابہام پیدا ہوگا وہاں ٹھوکر کے رستے نکل آئیں گے۔

پس نظامِ جماعت کوئی الگ چیز نہیں ہے کوئی ایسی مصنوعی میکینکل چیز نہیں ہے جس کے متعلق لوگ کہیں کہ نظام کیا چیز ہے یہ تو یونہی ایک ڈھانچہ سا بنا ہوا ہے ہمارا خدا سے تعلق ہے ہم خدا کے ادنیٰ غلام ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو یہ نظام وظام کیا چیز؟ چھوڑیں ان باتوں کو اس قسم کی بھی لوگ باتیں کرتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن کریم نے ان آیات میں جن کی میں نے تلاوت کی ہے آغاز ہی سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے بلکہ سب بنی نوع انسان کو اس قسم کی بودی باتوں کے خلاف متنبہ فرما دیا تھا اور ان آیات میں دراصل یہ اعلان ہے کہ تمہارے لئے ہمیشہ تمہارے اسلام کو سب سے بڑا خطرہ تمہاری انانیت سے ہوگا اور نظام کے مقابل پر سر اٹھانے سے ہوگا اگر تم اس خطرے کو سمجھ جاؤ اور اس ٹھوکر سے باز آؤ تو پھر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اس کے بغیر تم عباد اللہ میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ پس دو قسم کے عباد ہیں ایک عباد اللہ ہیں اور ایک شیطان کے بندے بن جاتے ہیں اور یہی دو گروہ ہیں جو مذہب کے تعلق میں ہمیشہ برسر پیکار دکھائی دیتے ہیں۔

عباد اللہ بننے کے لئے یہ شرط بتائی گئی کہ تکبر سے باز آ جاؤ، اپنی انانیت سے توبہ کر لو اس کے بغیر تم کہو گے تو یہی کہ اے خدا! تو نے ہمیں اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے ہم تیرے ہاتھوں کے نمائندہ ہیں مگر یہ ایک جھوٹی اور دھتکاری ہوئی بات ہوگی۔ متکبر انسان کا اور اپنے آپ کو بلند سمجھنے والوں کا خدا

سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ قَالَ يٰٓاِبۡلِيۡسُ مَا مَنَعَكَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَىَّ اے ابلیس! تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا یا یوں کہیں کہ مَنَعَكَ کس بات نے تجھے منع کر دیا کہ تو اس سے بغاوت کرے یا اس کی اطاعت سے منہ پھیر لے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا۔ یہاں خلیفۃ اللہ کا ذکر چل رہا ہے اور دونوں ہاتھوں سے بنانے کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے نظام کے دونوں پہلو یعنی روحانی اور دنیاوی یہ تمام تر اس کی پشت پناہی کریں گے کیونکہ خدا نے اپنی ہر قسم کی طاقتوں کے مجموعہ سے خلیفۃ اللہ کی تخلیق کی ہے۔ دو ہاتھ سے مراد پہلے انسان کی وہ حالت ہے جب وہ ارتقائی مدارج سے رفتہ رفتہ گزرتا ہوا اس بلند مقام تک پہنچا ہے جہاں وہ اس شرف کے قابل ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو، جہاں وہ اس شرف کے لائق قرار دیا گیا کہ خدا کی نمائندگی کرے۔ اس مقام تک جتنے بھی محرکات ہیں جس نے آدم کی اس بلند درجہ تک رہنمائی کی ہے اور ان بلند مدارج کو حاصل کرنے میں عوامل کا کام کیا ہے وہ تمام خدا کے اس نظام سے تعلق رکھتے ہیں جس کو ہم کائنات کا نظام کہتے ہیں۔ پھر آدم ایک ایسے دور میں داخل ہوتا ہے جہاں خدا کے روحانی نظام کا ہاتھ اس کے سر پر آتا ہے اس کی پشت پناہی کرتا ہے اور اس کی تخلیق نو میں ایک نیا نظام کارفرما ہو جاتا ہے اسے خَلۡقًا اٰخَرَ کے طور پر قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ پس دو قسم کی مخلوقات میں سے آدم یعنی اللہ کا خلیفہ گزرتا ہے ایک وہ تخلیق جس میں سب دوسرے بھی شامل ہیں لیکن یہ اس تخلیق کا انتہائی مقام ہے۔ اس کا سب سے زیادہ عزت کا مرتبہ ہے وہ مرتبہ جس پر تخلیق کا نمائندہ اس لائق ٹھہرے کہ وہ خدا سے ہم کلام ہو یا خدا اس سے ہم کلام ہو اور خدا کی نمائندگی کر سکے۔ دوسرا پہلو ہے اس کی تربیت اور دینی امور میں اس کی راہنمائی اور اُسے اس لائق ٹھہرانا کہ وہ خدا سے ہدایت پا کر لوگوں کا ہادی بن جائے۔ پس امر واقعہ یہ ہے کہ مہدوّیت کا تعلق آغاز خلافۃ اللہ سے ہے۔ دنیا میں کوئی خلیفہ نہیں بن سکتا جب تک وہ پہلے مہدی نہ ہو اور مہدی وہ جسے خدا خود ہدایت دے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا ہاتھ ہے جو پھر خلافت کی تخلیق میں حصہ لیتا ہے اور جب تک یہ ہاتھ اس تخلیق میں شامل نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کو سجدہ کا حکم نہیں۔ جب خدا کا نمائندہ ان دونوں ہاتھوں کی نمائندگی کرتا ہے، خدا کی ان دونوں طاقتوں کی نمائندگی کرتا ہے تب حکم ہے کہ ہر دوسری مخلوق کے لئے فرض ہے چونکہ یہ اب خدا کی نمائندگی کر رہا ہے اس لئے اس کے سامنے ضرور

جھکو کیونکہ اب اس کے سامنے جھکنا اس کے وجود کے سامنے جھکنا نہیں رہا بلکہ اللہ کے سامنے اور خالق کے سامنے جھکنا بن گیا ہے۔

یہ وہ مضمون ہے جسے چند لفظوں میں سمجھایا گیا اور ابھی اس مضمون کے بہت سے پہلو ہیں جن پر میں تفصیل سے روشنی نہیں ڈال رہا کیونکہ میں پہلے بھی بارہا اس پر گفتگو کر چکا ہوں لیکن اس سے آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک لفظ میں کتنے مضامین سمیٹ کر رکھ دیئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے کس بات نے منع کیا تھا کہ اس وجود کی اطاعت سے روگردانی کرو۔

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ جسے میں نے خود اپنی قدرت کے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ عام نظامِ قدرت سے بھی، غیر معمولی اور خاص روحانی نظام قدرت کے ساتھ بھی اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ کیا تو تکبر کا شکار ہو گیا، تو نے تکبر سے کام لیا یا ویسے ہی بڑا بن بیٹھا ہے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگ گیا ہے حقیقتاً سمجھ رہا ہے کہ تو بہت بڑا ہے۔ ان دونوں باتوں میں ملتے جلتے مضامین ہیں لیکن باریک فرق ہے ابلیس نے اس کے جواب میں یہ کہا قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ واضح بات ہے میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی جس چیز سے ہماری سرشت اٹھائی گئی میرا سرشت کا مادہ اس کے سرشت کے مادہ سے افضل اور زیادہ طاقتور ہے آگ مٹی پر غالب آجاتی ہے اُس کو جلا دیتی ہے اور مٹی میں نمو کی جو طاقتیں ہیں آگ میں پڑ کر وہ تمام طاقتیں کھوئی جاتی ہیں۔ تو یہ اس نے کہا کہ اے خدا تو اپنے پیدا کرنے کی بات کر رہا ہے تو میرا جواب سن لے تو نے ہی مجھے بہتر مادے سے پیدا کیا ہے اور غالب آنے والے مادے سے پیدا کیا ہے اس لئے مجھے حق ہے کہ میں انکار کردوں قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ تو اُس حالت سے نکل جا، دور ہو جا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ تو دھتکارا ہوا اور راندۂ درگاہ ہے۔

اس مضمون میں ایک اشکال یہ ہے کہ کہاں سے نکل جا کیونکہ جہاں تک جنت کا تعلق ہے شیطان کے جنت میں ہونے کا تو سوال ہی کوئی نہیں ہے اور نہ اس جنت کی باتیں ہو رہی ہیں جو جنت ہمیں مرنے کے بعد خدا کے فضل کے ساتھ نصیب ہوگی۔ پس وہ کونسی چیز ہے جس میں سے نکل جانے

کا حکم ہے وہ اس حالت کا ذکر ہے جس حالت کے نتیجہ میں وہ تکبر کر رہا تھا۔ آگ میں دو طرح کی صفات ہیں۔ ایک وہ صفات ہیں جو بنی نوع انسان بلکہ حقیقت میں تمام مخلوق کے لئے غیر معمولی فائدے رکھتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں سارا نظام حرکت میں ہے اور ایک وہ صفات ہیں جو منفی پہلو رکھتی ہیں اور وہ جلاتی ہیں اور ان میں تباہ و برباد کرنے کی طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ آگ کا استعمال ہے جیسے بھی کوئی کر لے۔ پس آگ کو اگر آپ صحیح معنوں میں خدا تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کریں، ان قوانین کے تابع استعمال کریں جن قوانین کو خود خدا نے پیدا فرمایا ہے تو وہ آگ دنیا میں عظیم الشان کام کرنے کی صلاحیت انسان کو عطا کرتی ہے۔ حقیقت میں ہماری ساری انرجی ساری فعالیت کا دارو مدار آگ پر ہے لیکن آگ ہی ہے جو ان سب چیزوں کو برباد بھی کر سکتی ہے۔ اب اٹامک انرجی ہے وہ آگ ہی سے تو سب کچھ حاصل ہو رہا ہے لیکن اس کے اندر خطرات بھی بہت مضمر ہیں۔ جہاں بھی اٹامک انرجی کا وہ پلانٹ نظام سے باغی ہوگا وہاں وہ ہلاکت کا موجب بن جائے گا جہاں وہ آگ اطاعت کرے گی وہاں خیر اور خوبی اور فوائد کا موجب بن جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے بہت گہری حکمت کی بات یہاں بیان فرمائی اور تحکم کے ساتھ کسی آمرانہ انداز میں اس کی بات کو رد نہیں فرمایا۔

فرمایا! آگ کی جو بات تو کہتا ہے وہ درست ہے لیکن آگ کی اعلیٰ حالت سے ہم تجھ کو نکال دیتے ہیں کیونکہ وہ حالت اطاعت کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ تو جب اطاعت کی حد سے باہر گیا تو آگ کی تمام مثبت صفات سے تجھے عاری کر دیا گیا ہے۔ اب تو صرف ہلاک کرنے کی صلاحیتیں رکھتا ہے، اب تو صرف نقصان پہنچانے کی صلاحیتیں رکھتا ہے پس ہم تیرے اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں اور تجھے ان فوائد سے محروم کرتے ہیں جو آگ میں اطاعت سے وابستہ فرمائے گئے ہیں اور تو خود اپنے منہ سے اقرار کرتا ہے کہ میں تیری اطاعت سے باہر جاتا ہوں کیونکہ جس کو تو نے بنایا ہے۔ میں اس کو ادنیٰ سمجھتا ہوں، اس لئے ہم تجھے باہر نکالتے ہیں تب شیطان نے کہا کہ پھر مجھے رخصت دی جائے میں اپنا زور ماروں اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قیامت تک کے لئے رخصت دے دی کہ زور مارتے رہو۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ بے شک زور مارو۔ اپنے لشکر چڑھا لو اپنے گھوڑے اور اپنے اونٹ اور اپنے تمام سوار اور پیادہ جو طاقتیں تمہیں حاصل ہیں استعمال کرو اور میرے بندوں کے خلاف ان کو چڑھا لاؤ لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے بندوں پر تجھے غلبہ نصیب نہیں ہوگا وہ میرے ہی رہیں گے۔ ہاں

وہ جو ان صفات سے مرعوب ہوتے ہیں جو منفی اور شیطانی صفات ہیں جن کے اندر پہلے ہی اندرونی بیماریاں موجود ہیں وہ تیری طرف جائیں گے اور تیری باتوں سے متاثر ہوں گے مجھے ان سے کوئی غرض نہیں، وہ تیرے بندے بن جائیں گے۔ یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن میں ہمیشہ کی جدوجہد کا فلسفہ بیان فرما دیا گیا ہے جو حق اور باطل کے درمیان جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

وہ لوگ جو نظام جماعت کو اس آیت اور اسی قسم کی دوسری آیات کا مفہوم سمجھتے ہوئے خدا کے دو ہاتھوں کی تخلیق سمجھتے ہیں وہ نظام جماعت کے سامنے کبھی تکبر سے کام نہیں لیتے اور ہمیشہ اطاعت یعنی سجدہ کرتے ہوئے ان راہوں پر چلتے ہیں جو راہیں خود اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کے لئے مقرر فرما رکھی ہیں اور وہ لوگ جو اپنی انانیت کا شکار ہوتے ہیں ان کے اندر ایک شیطان ہے جو سر اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ نظام جماعت کا یہ نمائندہ اس کی کیا حیثیت ہے۔ اس جاہل کو تو تلاوت بھی صحیح نہیں آتی اس کو تو فلاں کام ٹھیک نہیں آتا اس میں فلاں کمزوری ہے اور ہم صاحب علم ہیں ہمیں فلاں فلاں فضیلتیں حاصل ہیں اس کی قوم یہ ہے ہماری قوم یہ ہے ہمارے ساتھ جتھہ ہے اس کے ساتھ جتھہ کوئی نہیں ہمیں اکثر لوگوں نے ووٹ دیا ہے اور آپ ان ووٹوں کو نظر انداز کر کے اس کو چن رہے ہیں جس کو چند آدمیوں نے ووٹ دیا تھا۔ ہم افضل ہوئے کہ یہ افضل ہوا اس لئے ہم اپنے سے ادنیٰ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں تو وہ اطاعت سے باہر نکل جاتے ہیں اور ان کی تمام وہ صفات جن پر بنا کرتے ہوئے وہ تکبر کا اظہار کرتے ہیں ان کی مثبت صلاحیتیں ان سے چھین لی جاتی ہیں اب ان کا وجود محض نقصان رساں وجود ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسے لوگ نظام میں اپنا جتنا وقت خرچ کرتے ہیں ہمیشہ منفی سوچیں رکھتے ہوئے، نظام کو نقصان پہنچانے کے لئے پچھلی انانیت کا بدلہ لینے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ پس وہ سانپ جس نے آدم اور حوا کو گمراہ کرنے کے لئے ڈسا تھا یعنی روحانی طور پر ڈسا تھا اور بائبل کے بیان کے مطابق ان کو چاپلوسی کی باتیں کر کے ان کو گمراہ کیا۔ وہ سانپ دراصل انانیت کا ہی سانپ ہے۔ ہر انسان میں موجود ہے جب اس کو موقع ملے گا یہ سر اٹھائے گا اور ڈسے گا اور اس کو موقع دینا یا نہ دینا ہر بندے کے اختیار میں ہے۔ پہلے وہ انسان مسلمان ہو جس کے اندر یہ سانپ موجود ہے پھر اس کے سانپ کو یہ توفیق ہی نہیں مل سکتی کہ وہ اسے ڈسے پہلے وہ آدم کو سجدہ کرے تو اس کے اندر کا سانپ مجبور ہوگا کہ اس کے تابع رہے ورنہ یہ

سانپ ضرور سر اٹھائے گا اور بغاوت کرے گا اور خود اپنے مالک کو ہلاک کر دے گا۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی مضمون کو واضح فرماتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ شیطان؟ شیطان تو ہر انسان کی رگ و پے میں دوڑ رہا ہے۔ تم باہر کے شیطان کی باتیں کرتے ہو اندر کے شیطان کی فکر کرو جو ہر شخص میں موجود ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جس کے متعلق اس دعا نے ہمیں متنبہ فرمایا کہ اے خدا ہم پناہ مانگتے ہیں **من شرور انفسنا** اپنے نفس کے اندرونی شر سے پس ہر شخص میں ایک شر ودیعت کیا گیا ہے یہ فطرت کا حصہ ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کے اندر بھی؟ آپؐ کے اندر بھی یہ شیطان موجود ہے تو فرمایا کہ ہاں لیکن وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ (ترمذی کتاب الرضاعۃ حدیث نمبر: ۱۰۹۲) کلیۃً سرتا پا اسلام قبول کر چکا ہے۔ پس یہ فلسفہ ہے جسے سمجھنے کے نتیجہ میں آپ کو اپنی صلاحیتوں کے استعمال کا سلیقہ آ جائے گا۔ یہ شیطان ہی ہے جو فعالیت کی قوت عطا کرتا ہے یعنی جس کو آپ شیطان کہہ رہے ہیں یہ دراصل توانائی ہے ایک ولولہ ہے ایک جوش ہے ایک طاقت ہے جن لوگوں میں زیادہ ہو وہ زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ سجدہ کر دیں اور خدا کی اطاعت کے تابع ہو جائیں تب ایسے لوگ بڑے عظیم الشان کام کرتے ہیں اور خدمت دین میں ہمیشہ صف اول میں ہوتے ہیں اور ان کو عام انسانوں سے غیر معمولی طور پر بڑھ کر خدمت کی توفیق ملتی ہے جو خود اس انانیت کا شکار ہو جائیں وہ اپنی انا سے ڈسے جاتے ہیں اور پھر وہ چونکہ اطاعت سے باہر نکل جاتے ہیں پھر ان کی یہ تمام تر صلاحیتیں ہمیشہ منفی اثرات پیدا کرنے میں خرچ ہوتی ہیں۔ ان سے بنی نوع انسانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا پس صلاحیتیں وہی ہیں جو خدا کی رضا کے تابع ہو جائیں صلاحیتیں وہی ہیں جو اسلام قبول کر لیں ان کے سوا جتنی صلاحیتیں ہیں وہ سب منفی صورتیں ہیں۔

پس قرآن کریم نے آگ کی مثال دے کر یعنی شیطان کے منہ سے یہ بات بیان کر کے بہت ہی گہرا اور ہمیشہ رہنے والا ایک فلسفہ ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔ طاقت کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں چل سکتا لیکن ہر طاقت میں دو پہلو ہیں ایک شر کا پہلو ہے اور ایک خیر کا پہلو ہے۔ **تم اپنی طاقتوں کو اگر خدا کی نمائندگی میں سجدہ ریز کر دو اور تمہاری طاقتیں اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کے پیدا کردہ نظام کے تابع ہو جائیں تو ان سے عظیم الشان کام سرانجام ہوں گے لیکن اگر تم اطاعت کی حد**

سے باہر نکل جاؤ گے تو فَاخْرُجْ مِنْهَا میں یہ پیغام ہے کہ جا پھر تمام اعلیٰ صلاحیتوں سے تجھے عاری کر کے محض خالی آگ سے کھیلنے والا ایک وجود بنا دیا گیا ہے۔ اب اس کو جس طرح چاہے استعمال کر اس سے کبھی خیر پیدا نہیں ہوگی۔

پس نظام جماعت کے اس پہلو کو سمجھیں اور اپنی اطاعت کی حفاظت کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ کون ہے جس کو نظام جماعت کی نمائندگی کا حق عطا کیا گیا ہے یہ غور کریں کہ کس نے عطا کیا ہے کس کی نمائندگی کر رہا ہے۔ کسے عطا کیا ہے۔ مٹی میں ہمیں یہ پیغام دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نمائندگی میں ہمیشہ عاجز بندوں کو چنا کرتا ہے اور شیطان کی اِباء کے مقابل پر آگ کی سرکشی کے مقابل پر دیکھیں کتنا خوبصورت مضمون سجا کر پیش فرمایا گیا ہے جس بات پر شیطان نے اعتراض کیا اسی بات میں اس کا جواب تھا کہ اے جاہل میں تو مٹی کو پسند کرتا ہوں جو راہوں پر بچھ جاتی ہے۔ میں تو ان انسانوں کو پسند کرتا ہوں جن میں مٹنے کی اور عاجزی کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ جب وہ میری راہ میں بچھتی ہیں تو ان سے پھر نشو و نما ہوتی ہے، اُن سے اعلیٰ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب اس پہلو سے آپ دیکھیں کہ تمام کائنات میں جہاں بھی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں وہاں مٹی کی خصلت سے زندگی پیدا ہوتی ہے۔ آگ سے زندگی پیدا نہیں ہوتی۔ آگ سے جناتی زندگی تو پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے یعنی وہ زندگی جو باغیانہ حرکتیں کرتی ہو جس میں تکبر پایا جاتا ہو۔ چنانچہ مادی دنیا میں بھی بعض وجود جو خطرناک اور مہلک بیکٹیریا پر مشتمل ہیں وہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور باقی صلاحیت رکھنے والی تمام زندگی گیلی مٹی سے پیدا ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مضمون پر بھی روشنی ڈال دی کہ دیکھو ساری نشو و نما تو مٹی سے ہو رہی ہے اور انسان اس سے پیدا ہو کر کتنی بلندیوں تک جا پہنچتا ہے لیکن عجز کے آخری زینے سے جس سے نیچے عجز کا مقام نہیں وہاں سے زندگی کا سفر شروع ہوتا ہے، وہاں سے بلندیوں کا سفر ہوتا ہے۔ پہلا زینہ عجز اور انکساری میں رکھا گیا ہے جس کا قدم پہلے زینہ پر نہیں پڑتا وہ کسی بلندی تک نہیں پہنچے گا تو اب ''علا'' والا مضمون بھی سمجھ آ گیا اللہ تعالیٰ فرماتا کہ تو نے پہلے زینہ پر تو قدم نہیں رکھا جو اطاعت اور انکساری کا زینہ ہے تو اونچا کیسے اڑ گیا؟ کیسے تجھے وہ بلندیاں نصیب ہو گئیں جن کے نتیجہ میں تو میرے آدم پر اکڑ اکڑ کر تکبر سے باتیں کرتا ہے اسے ہم نے عجز کے مقام سے اٹھایا ہے اور وہاں سے رفعتیں بخشی ہیں اور وہ جو خدا کی راہ میں سب سے

زیادہ مٹی ہوا اُسے سب سے زیادہ سربلندی عطا کی گئی۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا مقام سمجھنا ہو تو اس آیت کے اس پہلو پر غور کریں کہ شیطان نے یہ تسلیم کیا کہ تو نے آدم کو یعنی خلیفہ کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور خلافت کا معراج حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے پس مٹی کی تمام صلاحیتیں اپنی پوری شان کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ عجز آپؐ میں تھا اس لئے سب سے زیادہ رفعتیں آپؐ کو عطا ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ **اذا تو اضع العبدر فعه اللّٰه الى السمآء السابع بالسلسلة** کہ جب خدا کا ایک بندہ تواضع کرتا ہے اُس کے سامنے جھک جاتا ہے گر جاتا ہے تو اُس جھکے ہوئے انسان کی رفعت وہاں سے شروع ہوتی ہے **رفعه اللّٰه** ۔ اللہ اُسے اُٹھاتا ہے **الى السمآء السا بع** ساتویں آسمان تک اُٹھا کر لے جاتا ہے **بالسلسلة** ظاہر بین اس کا ترجمہ زنجیروں سے کرتے ہیں یعنی زنجیر میں جکڑا اور اُٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا وہ جو رفع کا اس قسم کا بدنی تصور آسمان پر چڑھنے کا کرتے ہیں ان کا ذہن اس طرف جاتا ہے اور قرآن کریم کے نہایت ہی لطیف اور اعلیٰ مطالب کو وہ کھو دیتے ہیں **بالسلسلة** سے مراد یہ ہے کہ جس طرح زنجیر کی کڑیاں ہوتی ہیں اسی طرح عاجزی اور تواضع اور آسمان کی رفعتوں کے درمیان بے شمار کڑیاں ہیں۔ ایک زنجیر جو بے شمار کڑیوں سے بنی ہوئی ہے پس جتنا جتنا کوئی تواضع کرے گا اُتنا اُتنا اس کو رفعتیں نصیب ہوں گی ہر تواضع کرنے والے کو ساتویں آسمان تک نہیں پہنچایا جائے گا بلکہ کسی کو زنجیر کی پہلی کڑی تک اٹھایا جائے گا کسی کو دوسری کڑی تک غرضیکہ رفتہ رفتہ وہ انسان جو خدا کے نزدیک تواضع میں انتہا کر لیتا ہے اس کی رفعت ساتویں آسمان تک ہوگی۔ یہاں عبد سے مراد بنی نوع انسان میں عجز کرنے والے تمام بندے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام ان تمام عباد سے الگ اور ممتاز تھا اس لئے یہاں آپؐ کا آخری مقام بیان نہیں فرمایا۔ مٹی کی انتہائی صلاحیتیں جہاں تک پہنچا سکتی تھیں اس کے بالکل آخری کنارے پر آپؐ فائز تھے چنانچہ آپؐ کا معراج ساتویں آسمان سے بلند تر ہوا جس سے پیچھے ساری مخلوق رہ گئی ہے انسانی مخلوق بھی اور غیر انسانی مخلوق بھی، فرشتے، جن، ہر قسم کی جتنی مخلوقات ہیں ان سب کو اس مرتبہ تک پہنچنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی جس بلندی تک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی رفعتیں ہوتی ہیں۔

پس بتایا کہ مٹی کی صفات جو عجز کی صفات ہیں اور نشو ونما کی صفات ہیں دو قسم کی صفات ہیں

ان دونوں صفات میں محمد مصطفی ﷺ تمام بنی نوع انسان پر سبقت لے گئے ہیں اور جہاں بنی نوع انسان کی رفعتیں ساتویں آسمان پر ٹھہر جاتی ہیں حضرت محمد ﷺ کی رفعتیں اس سے بھی بلند تر ہو جاتی ہیں اگلے مقامات تک جا پہنچتی ہیں۔ پس ساری ترقیات کا راز تو عجز اور مٹی بننے میں ہے۔

پس وہ لوگ جو نظام جماعت کے سامنے سر اٹھاتے ہیں اور اپنے علو کی باتیں کرتے ہیں ان کو تو خدا کا یہی جواب ہے کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا ان بلندیوں سے نکل جاؤ ان رفعتوں سے تمہیں عاری کر دیا گیا ہے جو میری طاقتوں کے مثبت پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہاں جہاں تک ان طاقتوں کے منفی پہلو کا تعلق ہے وہ تم استعمال کرو۔ قیامت تک کرتے چلے جاؤ لیکن میرے بندوں پر تمہیں غلبہ نصیب نہیں ہوگا۔ پس خدا کی نمائندگی میں جو عجز کے ساتھ خدا کی نمائندگی کا اس کے نظام جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہیں وہ خدا کے فضل سے مقام محفوظ پر فائز ہیں یہ شریر لوگ ان کو تنگ کرنے کی کوشش کریں گے ان کے خلاف بغاوت کریں گے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑ کائیں گے ان کی کمزوریاں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے، جتھے بنائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت تک ان پر ان شیطانوں کو غلبہ نصیب نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ جو ان کی باتوں میں آکر ان کی تائید میں باتیں کرنے لگیں گے اور ان کو حمایت دیں گے۔ ان کا نقصان ہے اس قسم کے لوگ اپنی علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں پس نظام جماعت کی بات ہو رہی ہے میں تمام دنیا کی جماعتوں کو تفصیل سے سمجھا رہا ہوں کہ نظام جماعت کی روح اور اس کے فلسفے کو سمجھیں جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور پھر خوب متنبہ رہیں کہ آپ کی حرکتیں آپ کو کس گروہ میں لے جاتی ہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ عام حالات میں نہایت ہی تابع فرمان اپنے خطوں میں بھی اور ویسے اظہارات میں بھی اور جماعت سے تعاون میں بھی بہت عمدہ خصلتوں کا اظہار کرتے ہیں بڑا عمدہ رویہ اختیار کرتے ہیں لیکن ابھی وہ آزمائے نہیں جاتے شیطان کا اس وقت تک دنیا کو اور فرشتوں کو پتا ہی نہیں چلا جب تک وہ آزمائش میں نہیں ڈالا گیا۔ جب تک وہ آزمائش میں مبتلا نہیں ہوا وہ ایسا ہی ایک وجود تھا جیسے عام طاقتوں والا ایک وجود ہوا کرتا ہے اور ان مخلوقات میں شامل پھرتا تھا جو خدا تعالیٰ نے اس آزمائش کے واقعہ سے پہلے آزاد چھوڑی ہوئی تھیں۔ جب آزمائش میں ڈالا گیا تو اس کی انانیت کچلی گئی ہے جس طرح سانپ کی دم کو رگڑا جائے تو پھر وہ بھڑکتا ہے بعض

سانپ ایسے ہیں جو ویسے نہیں کاٹتے اور جب تک ان کو کچلا نہ جائے اس وقت تک وہ غصے سے اپنا پھن نہیں اُٹھاتے۔

پس ہر انسان کے اندر وہ شیطان موجود ہے جس کا ذکر اصدق الصادقین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس کو بس کچلنے کی دیر ہے پس ایسے لوگ جب کوئی عہدہ پاتے ہیں اور کسی وجہ سے ان کو عہدہ سے معزول کیا جاتا ہے یا ان کا انتخاب ہوتا ہے اور نامنظور کر دیا جاتا ہے پھر دیکھیں کہ کس طرح ان کے پھن کھلتے ہیں، کس طرح ان کے سر بلند ہوتے ہیں اور اس طرح ظاہری طور پر سجدہ ریز وجود کے اندر سے ایک شیطان اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور بعض لوگ پھر ساری زندگی کا مشغلہ یہ بنا لیتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا انتقام لینا ہے اور ان کے سارے طور طریق قرآن کریم نے شیطان کی اس کہانی میں بیان فرمادیئے جو مختلف جگہ، مختلف پہلوؤں سے بیان فرمائی گئی ہے اس کا ایک غول ہوتا ہے اس کا ایک لشکر ہوتا ہے اس کے کچھ ساتھی بننے شروع ہوتے ہیں اور وہ ان کی سرداری کرتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کا ردعمل اس وقت پہچانا جاتا ہے جب یہ اپنی حرکتوں سے اپنے آپ کو شیطان کے مشابہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کو عہدوں سے معزول کیا جائے تو وہ وقت ہے ان کی پہچان کا کہ وہ آدم کی سرشت سے ہے مٹی کی سرشت سے ہے یا ابلیس کی سرشت سے پیدا کیا گیا ہے، پیدا تو دونوں کو ایک ہی سرشت سے کیا گیا تھا دونوں صفات موجود ہیں مراد یہ ہے کہ کیا اس نے جب اس کو اختیار دیا گیا تو اپنے لئے آدم بننا پسند کر لیا یا شیطان کی سرشت اختیار کرنے کو اپنا لیا۔ ایسے موقعوں پر بعض لوگوں کے چہروں سے پردے اٹھتے ہیں اور انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنا بڑا علم، اتنی بڑی ان کی تربیت اور اتنے لمبے دور تک خدمتوں کی توفیق پانے والے ایک ٹھوکر میں آکر ہمیشہ کے لئے ذلیل اور رُسوا ہو جاتے ہیں یعنی خدا کی نظروں سے گر جاتے ہیں اسی کا نام رجیم ہونا ہے اور پھر ان کی زندگی شرارت پر وقف ہو جاتی ہے۔ ان کے طور طریق یہ ہیں کہ سب سے پہلے تو وہ آدم میں نقائص ڈھونڈتے ہیں (یہاں آدم سے مراد یا خلیفۃ اللہ سے مراد خدا کی جماعت کا نمائندہ ہے) اور لوگوں میں بیٹھ کر اس پر تبصرے کرتے ہیں کہ یہ امیر جس کی تو یہ عادت ہے یہ حرکت ہے اپنوں یا رشتے داروں کے لئے یہ کرتا ہے اور دوسروں کے لئے یہ کرتا ہے فلاں معاملہ میں اس کا یہ طور طریق ہے اور اسی معاملہ میں ایک دوسرے سے اس کا یہ طور طریق ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ پہچان کرنی کہ یہ لوگ

سچے ہیں یا جھوٹے ہیں مشکل نہیں ہے کیونکہ جس وقت تک یہ اپنے آپ کو مٹی کی سرشت سے ظاہر کرتے چلے آئے تھے اس وقت تک یہ سب نقائص دیکھتے تھے اور انہوں نے قبول کئے ہوئے تھے اگر یہ سچے ہیں تو اس وقت تک ان سب نقائص پر ان کی نظر تھی مگر یہ نقائص ان کی اطاعت کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہوئے۔ جب سزا ملی، جب انا کچلی گئی تب اچانک وہ آدم کس طرح سب سے زیادہ گندا ہو گیا۔ پہلے جس کے وہ ساتھی ہوا کرتے تھے پہلے بعض دفعہ وہ جس کی مجلس عاملہ میں ممبر ہوا کرتے تھے، بعض دفعہ اس کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے کیا وجہ ہوئی کہ اچانک وہ شخص جس کی ساری برائیاں ہمیشہ سے ان کی نظر میں اچھی تھیں اس وقت وہ برائیاں ان کو تکلیف نہیں دیتی تھیں اس وقت انہوں نے ان برائیوں کی طرف نہ ان کو متوجہ کیا نہ نظام جماعت کو متوجہ کیا لیکن جب اُسے آدم مقرر کر دیا گیا اور ان کو ہٹا دیا گیا تو اچانک اس کی برائیاں سامنے آگئیں۔ یہی شیطانیت کا فلسفہ ہے جو صرف عام عہدوں سے تعلق نہیں رکھتا نبوت سے اور خلافۃ اللہ سے اس کا اولین تعلق ہے اور گہرا تعلق ہے۔

قرآن کریم رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس:۱۷)۔ محمد رسول اللہ تو کہہ کہ جب خدا نے تجھے مقرر فرما دیا جب تو نے دعویٰ کیا تو تجھ میں ہزار قسم کے نقائص بیان کرنے لگے ہر خوبی سے تجھے عاری قرار دیا، ہر برائی تجھ میں داخل کر کے لوگوں کو دکھانے لگے ان سے کہہ کہ میں نے ایک عمر تمہارے اندر گزاری ہے کیونکر عقل نہیں کرتے کہ اس چالیس سالہ عمر میں تمہیں کبھی میرے اندر کوئی برائی دکھائی نہیں دیتی تھی آج اچانک اس وجہ سے کہ خدا نے مجھے ایک منصب عطا فرمایا ہے میں سب سے گندا کیسے ہو گیا۔

بہت ہی عمدہ اور ٹھوس دلیل ہے اور احمدیوں کے لئے اس میں ایک اور نصیحت بھی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق دشمن جتنے بھی حملے کرتا ہے وہ ہمیشہ اس راہ سے حملے کرتا ہے اور احمدی اپنی معصومیت میں اس میدان میں ان سے جھگڑے کرتے ہیں احمدیوں کو چاہئے کہ ان سے کہیں کہ قرآن کریم ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ اس مضمون کو چھیڑیں جب تک تم پہلے یہ ثابت نہ کرو کہ اس دعویدار کی پہلی زندگی میں تم کیڑے ڈالا کرتے تھے اور یہ نقائص تمہیں دکھائی

دیا کرتے تھے وہ زندگی جس میں بناوٹ کوئی نہیں تھی جس میں ابھی پتا نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے اس زندگی میں جبکہ اس دعویدار نے خدا کی نمائندگی کا لبادہ نہیں اوڑھا ہوا اس لئے دنیا کی نظر سے بچنے کی اسے ضرورت کوئی نہیں ہے۔ وہ کھلا کھلا تمہارے سامنے تھا۔ اس کھلی ہوئی کتاب میں تمہیں کوئی نقص دکھائی نہیں دیا اب جب کہ وہ دعوے کر چکا ہے وہ دنیا کا سب سے گندہ انسان بن گیا یہ ہو ہی نہیں سکتا یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے، ابدی سچائیوں کے خلاف ہے۔

پس پہلے تم یا تو اس مضمون پر معاملہ طے کر لو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی میں تمہارے علماء نے اور ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت قریب سے دیکھا ہوا ہے ان کے اندر خوبی کے سوا کبھی کوئی برائی دیکھی، دیکھی ہو تو بتاؤ کہ کب بیان کی، کس کے سامنے بیان کی ان برائیوں کے باوجود اتنا عظیم الشان خراج عقیدت ان کو کیوں پیش کرتے رہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال سے لے کر اب تک یعنی اس زمانہ کے لحاظ سے گزشتہ تیرہ سو سال میں مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کسی نے اسلام کی خدمت کی ہو تو لا کر دکھائے اور کوئی ایشیائی سے مبالغہ نہ سمجھے۔ ہم ساری تاریخ اسلام پر نظر ڈال کر یہ بیان کر رہے ہیں کہ اسلام کی خدمت کرنے والا اور اسلام کا دفاع کرنے والا اس جیسا تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں کوئی اور پیدا نہیں ہوا لیکن جب خدا اس وجود کو اس مٹی کو ایک منصب پر فائز کر دیتا ہے اور اس مٹی میں روح پھونک کر اس کو خلیفۃ اللہ بنا دیتا ہے تو یہ اقرار یہ اعتراف کرنے والے یہ عظیم خراج تحسین پیش کرنے والے اچانک اس میں ساری خرابیاں دیکھنے لگتے ہیں۔ پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں جو دلیل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے یہ ایک دائمی ہمیشہ زندہ رہنے والی دلیل ہے جب بھی کسی احمدی کے سامنے کوئی دوسرا غلطی خوردہ مولویوں کے بہکانے سے ایسی باتیں کریں تو وہ اسے اس آیت کی طرف متوجہ کرے اور کہے کہ یہ مضمون تب زیر بحث آئے گا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی زندگی میں تم نقص دکھاؤ گے اس وقت تک یہ مضمون خدا تعالیٰ کے زیر بحث آ ہی نہیں سکتا۔ ہاں جو دعاوی ہیں جو اعتقادی اختلافات ہیں اُن پر بحث کر وا گر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا، قرآن اسلام رسول اللہ ﷺ کا جو تصور پیش فرمایا ہے۔ وہ قرآن اور سنت سے ہٹ کر ہے تو ہم جھوٹے اور تم سچے پہلے ان بنیادی باتوں پر فیصلہ کر لو پھر یہ بحث آئے گی۔

پس وہی خلیفۃ اللہ کی باتیں ہی ہیں جو نظام میں بھی جاری وساری ہوتی ہیں اور ہر ابتلاء کے وقت وہ ابتلاء پھر درپیش ہوتے ہیں۔ اگر چہ ان کی سطح نیچے کی سطح ہوتی ہے۔ پس جب کسی شخص کا نفس کچلا جائے اور وہ نظام جماعت کے نمائندوں پر اعتراض کرتا ہے تو ان کا فرض ہے کہ اس کو منہ توڑ جواب دیں اور اس کو کہیں کہ تم اس سے پہلے کہاں تھے۔ تم باتیں وہ بیان کر رہے ہو جو سال دو سال چار سال پانچ سال دس سال پہلے کی باتیں ہیں تم ساتھ شامل رہے ہو تم نے پہلے کیوں ہمیں نہ بتایا تم نے پہلے کیوں نظام جماعت کو متوجہ نہیں کیا تم اس شخص کے ساتھ پہلے کیوں تعاون کیا کرتے تھے۔ پس یہ تمہاری انانیت ہے اور ہم خدا کے بندے ہیں اس لئے تم ہم پر غالب نہیں آسکتے یہ باتیں ہم سے نہ کرو۔ یہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے جو لوگ ان کا ساتھ اختیار کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے کہ پھر وہ ان جیسے ہی ہو جاتے ہیں اگر تم اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرو گے اور ان کے ساتھ خلا ملا رکھو گے تو رفتہ رفتہ تم حزب شیطان بنتے چلے جاؤ گے اور پھر یہ گروہ بنتے ہیں اور انانیت کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پہلے اپنے نفس کی مخفی طاقتوں پر ناز کرنے کے نتیجہ میں یا اپنے نفس کی ان فضیلتوں پر نگاہ رکھنے کے نتیجہ میں جو اللہ ہی کی طرف سے ان کو عطا ہوئی تھیں وہ خدا کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیتے ہیں پھر اس کے نتیجہ میں گروہ بندی کرتے ہیں اور ان کا گروہ ان کے گرد جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے اور وہ ان کے سردار بننے لگ جاتے ہیں اور یہ سارے مل کر اپنی اس گروہی طاقت کے برتے پر زیادہ خدا کے نمائندوں پر دوبارہ اور زیادہ طاقت سے حملے کرتے ہیں۔ اس طرح نظام جماعت میں تفریق کا کام شروع ہو جاتا ہے ایسی کئی جماعتیں ہیں جن پر میری نظر ہے بہت سی جگہ میں نے بہت کوشش کی محنت کی اور سمجھایا اور اللہ کے فضل کے ساتھ وہ لوگ سمجھ گئے اور جماعت کی بھاری تعداد چونکہ ان لوگوں سے منہ پھیر گئی اور نظام جماعت کے ساتھ وابستہ رہی اس کی مؤید رہی اس لئے ان کی شیطانی طاقتیں اگر مر نہیں گئیں تو مٹ گئیں، ذلیل ورسوا ہو چکی ہیں اور رجیم بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی ہیں۔ جب تک یہ رجیم طاقتیں کسی جماعت میں رہیں گی جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے غلبہ نصیب رہے گا جب یہ رجیم طاقتیں بہت سے بندوں پر اثر انداز ہو جائیں اور جماعت کے ایک حصہ کو لپیٹ لیں تو وہاں خدا کے بندے تھوڑے رہ جاتے ہیں اور شیطان کے بندے بڑھ جاتے ہیں۔ پس ان عادتوں کو اور ان لوگوں کو خوب اچھی طرح پہچانیں۔

تقویٰ کا تقاضا ہے کہ آزمائش کے مقام پر ثابت قدم رہیں اور جب آزمائش کے مقام آئیں اور آپ کی عزت اور انا کچلی ہوئی دکھائی دے، جب کسی جماعتی فیصلہ کے نتیجہ میں آپ زخمی ہو جائیں اور آپ منہ چھپاتے پھریں کہ دنیا ہمیں کیا سمجھے گی کہ ہم تو اتنے بڑے بن کر جماعت میں ابھر رہے تھے اور آج ہمیں رسوا کر دیا گیا ہے آج ہم سے چندے لینے بند کر دیئے گئے ہیں آج ہمارے خلاف یہ اقدام کر دیا گیا ہے تو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ پس وہ منہ دکھانے کے بدلے پھر اپنا گروہ تیار کرتے ہیں جماعت کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اپنے حق میں باتیں کرتے ہیں اور آغاز میں خلیفۂ وقت پر حملہ نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اس بیچارے کو کیا پتا وہ دور بیٹھا ہوا ہے یہ شیطان ہیں جنہوں نے جھوٹی باتیں پہنچائیں اور ان کی باتوں میں آکر یہ فیصلے ہو گئے اور اس طرح رفتہ رفتہ مقامی سطح پر دو گروہ بننے شروع ہو جاتے ہیں جو گروہ نظام جماعت کی تائید میں ہیں ضروری نہیں کہ ان میں جماعت کے سارے شامل افراد پوری طرح محفوظ مقام پر ہوں ان میں سے بھی بعض تائید کرتے ہیں مگر جتھہ بندی کی خاطر اور اسلام کے نتیجہ میں نہیں چنانچہ ایسے لوگ بھی بعض دفعہ دوسری صورت میں آزمائے جاتے ہیں۔ جہاد کرنا اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں ہے جب تک جہاد خدا کی خاطر نہ ہو۔

پس خدا کے بندے وہی ہیں جو نظام جماعت کی تائید کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی تعلقات، دوستیوں، اپنے رشتوں سب چیزوں کو بھلا کر اور محض خدا کے بندے ہو کر وہ ہمیشہ خدا کی جماعت کے نظام کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگ جو ایسے موقع پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ فلاں کو نیچا دکھا دیا گیا، فلاں گر گیا اور پھر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ دیکھو وہ گندہ تھا نا اس لئے نکال دیا گیا ہم پہلے ہی سمجھا کرتے تھے کہ ہمارا مخالف تھا اور ان کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے پھر خدا تعالیٰ بعض دفعہ عجیب سامان کرتا ہے۔

ایک جماعت کے ایک شخص کے متعلق مجھے فیصلہ کرنا پڑا کہ اس کو امارت کے عہدہ سے ہٹا دیا جائے۔ اس لئے نہیں کہ وہ نعوذ باللہ میرے نزدیک گندا تھا بلکہ ایک ایسی غلطی کی تھی جو امیر کو زیب نہیں دیتی اور یہ اس نصیحت کی خاطر تھا کہ جماعت کو سمجھ آجائے کہ یہ غلطی قابل قبول نہیں ہے اور جتنے بڑے مرتبہ پر کوئی ہو اتنی ہی وہ غلطی نمایاں ہو جایا کرتی ہے جس کا اثر جماعت پر پڑتا ہو۔ وہ مجبوراً نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ انفرادی غلطیاں لوگوں میں ہزار ہوتی ہیں جن کی خدا پردہ پوشی فرماتا ہے لیکن وہ

فحشاء سے تعلق نہیں رکھتیں ان کا نظام جماعت سے تعلق نہیں ہوتا مگر ایسی غلطی جس سے نظام کی بے حرمتی ہو اور کوئی امیر ہوتے ہوئے نظام سے باہر قدم رکھے اور خلافت کے جو احکامات ہیں ان سے کھلم کھلا روگردانی کرے تو خواہ وہ کسی بنا پر ہو غفلت یا لاعلمی کی بنا پر ہو جب یہ چیز ابھر کر جماعت کے سامنے آجائے تو اس کا احترام قائم کرنے کے لئے بعض دفعہ ان لوگوں کو ہٹانا پڑتا ہے۔ ویسے اُن سے کوئی ناراضگی نہیں تھی میں جانتا ہوں کہ وہ نیک مخلص عاجز بندے ہیں لیکن ایک جگہ ٹھوکر کھا گئے اور میرے ذہن میں یہی تھا کہ کچھ عرصہ تک ان کو الگ رکھنا ہی ان کے اپنے مفاد میں ہے اور جماعت کے مفاد میں ہے۔ وہاں سے بعض خط آنے شروع ہوگئے کہ واقعۃً ثابت ہوگیا ہے کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں اس شخص میں یہ یہ باتیں تھیں، یہ باتیں تھیں مرے کو مارے شاہ مدار اس بیچارے کو گرا ہوا دیکھ کر اس پر ایسے ایسے حملے شروع کر دیئے کہ ان خطوں کو پڑھ کر ایسا میرا ردعمل ہوتا تھا جیسے طبیعت میں اُلٹی آتی ہے۔ اپنی طرف سے مجھے داد دے رہے ہیں مجھے ایسی دادوں کی کیا ضرورت ہے مجھے پتا ہے کہ مجھے خدا نے مقرر فرمایا ہے۔ مجھے کسی انسان کی داد کی ضرورت نہیں۔ ایسی دادوں سے کراہت محسوس ہوتی ہے طبیعت متلانے لگتی ہے۔ ایک فیصلہ میں نے بڑے دکھ سے کیا ہے بڑی مجبوری کی حالت میں کیا ہے اور تم اس پر مجھے داد دے رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ دیکھا ہم جیت گئے اور ایک صاحبہ نے لکھا کہ دیکھا میری فلاں فلاں خواب پوری ہوگئی۔ میں نے اس شخص کی رعونت کے متعلق یہ خواب دیکھی تھی اور اس طرح خدا نے اُلٹایا اور آج میں یقین کرتی ہوں کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں اور انہی میں سے ایک سے ایک ایسی غلطی ہوئی کہ میں نے اس کو بھی چند دن کے اندر اندر اپنے عہدہ سے ہٹا دیا۔ اب خلافت کا وہ سارا بھرم کہاں گیا؟ کیا وہ یہ سوچتا ہے کہ میں خلیفۃ اللہ نہیں رہا۔ پس یہ جاہلانہ اور چھوٹی اور کمینی باتیں ہیں۔

نظام جماعت کے متعلق جب خلیفۃ اللہ کوئی فیصلہ کرتا ہے خواہ وہ براہ راست خلیفۃ اللہ کا ادنیٰ غلام ہو اور اس حیثیت سے خلیفۃ ہو تو وہ نفس کے کسی جذبہ سے مرعوب ہو کر نہیں کرتا اس کے اندر کبھی کوئی تعلّی پیدا نہیں ہوتی کہ یوں مارا یا یوں الٹایا بلکہ اور زیادہ استغفار کرتا ہے اور زیادہ خدا کی راہ میں جھکتا ہے اور خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے خدا! میں بھی تو قابل نہیں ہوں۔ میں یہ قدم اُٹھانے پر مجبور ہوں تو مالک ہے اس لئے تو اس سے زیادہ رحم کر

لیکن مجھے اختیار نہیں ہے اگر مجھے بخشش کا اختیار ہوتا تو میں ضرور بخشش کرتا۔ تیری خاطر مجبور ہوں اس حالت میں وہ قدم اُٹھاتا ہے اور وہاں جماعت میں تعلّی کے دو گروہ بن جاتے ہیں ایک کہتا ہے اب ہم نے اُلٹا دیا، ہم نے رپورٹ کی تھی ہمارے کہنے پر وہ مارا گیا اور دوسرا کہتا ہے کہ دیکھو! اب وہ بھی مارا گیا اور ہم نے یہ کوشش کی تھی۔ یہ انسانیت کی باتیں نہیں ہیں مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ گری ہوئی گھٹیا باتیں ہیں جس کا اس مٹی سے تعلق نہیں ہے جس مٹی سے آدم کو پیدا کیا گیا تھا اس مٹی سے کوئی تعلق نہیں جس کا معراج محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کے غلام بن کر زندگی گزارنی ہے تو پھر سارے نظام اچھے ہیں خواہ وہ ذیلی نظام ہوں یا بنیادی نظام ہوں جماعت کی جتنی بھی تنظیمیں ہیں اُن کو برکت دی جائے گی۔ جہاں آپ کے انانیت کے جھگڑے شروع ہو جائیں گے جہاں کسی عہدہ سے ہٹنا یا کسی منصب سے معزولی آپ کو ابتلاء میں پھینک دے گی اور آپ اس امتحان میں نامراد و ناکام ٹھہریں گے وہیں سے آپ کا اللہ کے نظام سے اور اس نظام سے تعلق کاٹا جائے گا جو خدا نے اپنے دو ہاتھوں سے پیدا فرمایا ہے۔

پہچان کے طور پر ایک آخری بات میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ ہر وہ شخص جس کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے اس کے سامنے دو تین قسم کے لائحہ عمل ہوتے ہیں اگر وہ ایسا لائحہ عمل اختیار کرتا ہے کہ بظاہر وہ دنیا کی نظر میں ذلیل رہتا ہے مگر ایسی بات کوئی نہیں کرتا جس سے نظام کی تخفیف ہو اور نظام کو ٹھوکر لگے یا کچھ لوگ جو پہلے زیادہ مطیع تھے اب کم مطیع ہو جائیں تو ایسا شخص خدا کا بندہ ہے۔ اللہ ضرور اس کی دلجوئی فرمائے گا اور اگر اصلاح کی خاطر نہیں بلکہ غلطی سے بھی اگر اس کے خلاف قدم اُٹھایا گیا ہے تو اللہ خود اس کی اصلاح فرما دے گا اور اس کو بہت درجات عطا فرمائے گا اور مگر ایسا شخص جب ایسا فیصلہ کرتا ہے کہ لوگوں کے دل جیتنے کے لئے اور ان کے سامنے اپنی عزت کو بحال کرنے کے لئے وہ ان سے اپنے شکوے شروع کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ پہلے سے کم مطیع ہو جائیں گے، وہ جانتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ان کے اسلام کو خطرہ ہے اور یہ ٹھوکر کھائیں گے تو وہ شخص خدا کا بندہ نہیں کہلا سکتا وہ اس مقام پر ہار گیا اور نامراد ٹھہرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مضمون کو ایک آیت کی تشریح میں بیان فرمایا ہے جس کا تعلق حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں (ایک لمبی حدیث ہے اس کا میں وہ حصہ پڑھتا ہوں جس کا اس سے گہرا تعلق ہے) کہ دو

عورتیں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی گود میں اس کا بیٹا تھا بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک لڑکے کو اچک کر بھاگ گیا ساتھی عورت نے اس کو بتایا کہ تمہارے لڑکے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ نہیں میرے لڑکے کو نہیں تمہارے لڑکے کو لے گیا ہے اور یہ بچہ ہی میرا ہے یہ بحث کرتی ہوئیں وہ حضرت داؤدؑ کے دربار میں پہنچیں اور حضرت داؤدؑ ان میں سے جو بڑی تھی اس کو وہ بیٹا دلوا دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا تھا اس چھوٹی کا نہیں تھا۔ وہ فریاد لے کر حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پہنچی آپ نے جب ان دونوں عورتوں کو حاضر کیا اُن کے بیان سنے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اُنہیں واقعہ بتایا اور انہوں نے کہا چھری لاؤ میں برابر ٹکڑے کر کے اس بچے کو دونوں میں تقسیم کر دیتا ہوں آدھا وہ لے لے۔ آدھا وہ لے لے۔ چھوٹی عورت جس کا وہ بچہ تھا اس نے اذیت سے بے چین ہو کر بے اختیار پکار کر یہ کہا کہ نہیں نہیں یہ اس کا بچہ ہے میں جھوٹی تھی اس کو دے دیں اس بچے پر چھری نہ چلائیں اُسے بچہ عزیز تھا اس کا بیٹا تھا حضرت سلیمانؑ نے اسی وقت وہ بچہ پکڑا اور اس کو پکڑا دیا کہ میں یہی تو پہچاننا چاہتا تھا کہ اصلی ماں کونسی ہے اور جھوٹی ماں کون سی ہے۔

پس نظام جماعت سے اگر آپ کو زیادہ محبت ہے اور اپنی ذات اور اپنی انا سے زیادہ محبت نہیں تو ہر ایسے ابتلا کے موقع پر آپ ہمیشہ نظام جماعت کی حفاظت میں اپنی جان اپنی عزت اپنی آن ہر چیز کو قربان کر دیں گے لیکن کبھی ایسا کلام نہیں کریں گے کبھی ایسا طرز تکلم اختیار نہیں کریں گے خواہ ظاہری طور پر کہیں یا نہ کہیں یا اپنی حرکات وسکنات سے ایسا اثر نہیں ڈالیں گے کہ آپ نظام کے مارے ہوئے مظلوم ہیں تو سچے مگر جھوٹوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں لوگ نظام سے متنفر ہو جائیں اور نظام کاٹا جائے اور جماعتیں دونیم ہو جائیں۔ پس پیشتر اس سے کہ جماعتیں دونیم ہوں ان کے فعلوں کے وجہ سے وہ یہ زیادہ پسند کریں کہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دے جائیں مگر نظام جماعت پر آنچ نہ آئے۔ یہ سچے مومن بندے ہیں یہ ہیں جو مسلم ہیں جن کے اسلام کی خدا گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نظام جماعت کی حفاظت فرمائے اور ہمیشہ جماعت کو خدا کے بندے بنا کر زندہ رکھے شیطان کے بندے بننے میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔